تخلیق

امجد اور سعید دونوں یونیورسٹی میں پڑھتے تھے اور دونوں بے حد قریبی دوست تھے۔ چونکہ یونیورسٹی میں ابھی صرف ایک ہی سمسٹر گزرا تھا، اس لیے ان کی دوستی بھی تعلقات کے ابتدائی حسین دنوں سے گزر رہی تھی۔ وہ جتنا ممکن ہوتا ساتھ وقت گزارتے اور باقی وقت میں واٹس ایپ یا کالز کے ذریعے مکمل رابطہ رکھتے۔

سعید وضع قطع سے ایک خوبصورت لڑکا تھا، مگر امجد، دیہات کا باشندہ ہونے کے باوجود، سعید کے مقابلے میں زیادہ خوبصورت، اسٹائلش اور ذہین تھا۔

دوسرے سمسٹر کے شروع ہونے سے ایک دو روز پہلے ہی امجد گھر کی قید سے نکل کر اپنے ہوسٹل پہنچ جاتا ہے۔ سعید امجد کو کال کرتا ہے اور گپ شپ کی غرض سے اپنے گھر کے قریب موجود ایک کیفے کی لوکیشن شیئر کرتا ہے۔

شہر بہاولپور میں موجود اسلامیہ یونیورسٹی، ہاسٹل اور ہاسٹل کے آس پاس کے علاقے کے علاوہ امجد شہر سے ناواقف تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ڈھلتے سورج کی تپش میں اسے کئی راستے بدلنے پڑے۔ ایک ہی چوک کے گرد کئی چکر کاٹنے پڑے، ڈھلتی دھوپ میں کھڑے ہو کر کبھی سعید سے رابطہ کرتا تو کبھی گوگل

میپ کی مدد لیتا۔ آخر کار وہ کیفے پہنچ ہی گیا۔ بالوں میں اٹی سڑکوں کی دھول اور جسم پر پسینے کی حالت دیکھ کر سعید ہنس پڑا۔ دونوں گرم جوشی سے گلے ملتے ہیں۔

"سالیا! بائیک پر ھتا ابھی، اور اپنی حالت دیکھ"

"بھینچود! جب تجھے پتہ ہے کہ مجھے یہاں کے ایریا کا پتہ نہیں، تو تُو خود آجاتا ہاسٹل"

"باہر نکلے گا تو سبھی چیزوں کا پتہ چل جائے گا۔۔۔۔ اچھا بیٹھ!"

دونوں کیفے میں ایک طرف ٹیبل پر بیٹھ جاتے ہیں۔ سعید نے ملک شیک کے ٹھنڈے دو گلاسوں کا آرڈر دیا۔ کچھ دیر بعد جب ان کا آرڈر پیش کیا گیا، تب تک امجد اے سی کی ٹھنڈی ہوا میں تازہ دم ہو چکا تھا اور ابتدائی گفتگو میں ایک دوسرے کا حال احوال بھی پوچھ چکے تھے۔

امجد نے ملک شیک کا گلاس اٹھایا، ایک گھونٹ بھرا اور مزید ٹھنڈک محسوس کی۔

"سنا؟ کچھ ملا؟ یا میری طرح سنگل ہی ہے؟"

مسکراتے ہوئے: "ہاں نا"

"واہ! __ تیرا بنتا بھی ہے بھائی۔ سی آر پرانا یار جو ٹھہرا۔ ہمارے پاس لڑکیوں کے نمبر تو دور کی بات، ہمیں تو ان کے نام بھی نہیں پتہ۔ کون ذات ہے، کیسی ذات ہے؟"

آنکھ مارتے ہوئے: "عورت ذات ہے"

"سالے! ہے کون وہ؟ نام کیا ہے؟"

"سمیرا!"

"سمیرا، سمیرا بھابھی؟__________نام تو پیارا ہے"

"خود بھی بہت پیاری ہے یار"

"دیکھا تو، بھین چود!"

سعید نے اپنا موبائل امجد کے حوالے کیا۔ امجد ڈی پی پر سمیرا کی تصویر دیکھ کر حیرت سے سعید کی طرف دیکھتا ہے اور پھر دونوں کی چیٹ پڑھنے میں مصروف ہو جاتا ہے۔ امجد چیٹ پڑھتے ہوئے ساتھ میں ملک شیک سے بھی لطف اندوز ہوتا ہے۔ اکثر میسجز قدرے بلند آواز میں پڑھتا، جس پر دونوں کھکھلا کر ہنستے ہیں۔

سورج ڈھلتا گیا اور کیفے رنگ برنگی روشنیوں سے جگمگا اٹھا۔ امجد پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا، "یار بھوک لگ رہی ہے، کچھ کھانے چلتے ہیں۔"

"ہاں یار"

دونوں اٹھے، بل ادا کیا اور کیفے سے نکل آئے۔ بائیک پر بیٹھ کر امجد کے ہاسٹل کے قریب موجود ہوٹل پہنچے، بائیک پارک کی اور ایک خالی میز ڈھونڈ کر وہاں بیٹھ گئے۔

"کیا کھائیں یار؟"

"جو مرضی کر لے یار" پھر بلند آواز میں بولا، "کوئی ہماری بھی سن لو بھائی!"

ویٹر ان کے پاس آیا، اور امجد ہنستے ہوئے ایک کلو چکن کڑاہی کا آرڈر دیتا ہے۔

کڑاہی تیار ہونے کے بعد ان کی میز سجا دی گئی۔ کھانے سے فارغ ہو کر، امجد نے سعید کو اس کے گھر کے قریب چھوڑا۔ گلے ملنے کے بعد جب امجد واپس مڑنے لگا تو سعید نے اسے مخاطب کیا۔

"ہاں، سچ! کل اپنا رزلٹ بھی آ رہا ہے۔"

"ہیں؟"

" جی جناب_________________دعا کرنا یار!"

"بھائی، زیادہ ضرورت تو مجھے ہے دعاؤں کی، ہمارے لیے لازم دعا کرنا۔"

"بس بس، اتنا ذہین ہے تُو!"

"تجھے کس نے کہہ دیا؟"

"فرسٹ میرٹ لسٹ میں نام یوں ہی نہیں آ جاتا۔ پچاسی فیصد نمبر ہیں تیرے!

اور دوسری طرف ہم بیچارے، فورتھ میرٹ لسٹ کے اسٹوڈنٹ!"

"ہاہاہا____معافی دو بھائی"

"جا تجھے معاف کیا___دل کو توڑنے والے"

"ہاہاہاہا"

"چل ٹھیک ہے، کل ملتے ہیں، ان شاءاللہ۔"

"ان شاءاللہ"

امجد ہاسٹل جا کر سکون کی نیند سوتا ہے۔

اگلی صبح امجد جاگتا ہے۔ ذرا فریش ہو کر موبائل گیمز کھیلنے کے بعد وہ کلاس گروپ میں سی آر کا شیئر کیا ہوا میسج پڑھتا ہے۔

"Dear students, you can check your result at 11:10 AM through your e-portal profile."

امجد ناشتہ کرتا ہے اور پھر دوبارہ گہری نیند سو جاتا ہے۔ غروبِ آفتاب کے وقت اس کی آنکھ کھلتی ہے۔ اس کا فون بج رہا ہوتا ہے، وہ سعید کی کال اٹھاتا ہے۔

"ہمم؟"

"ہمم کے کچھ لگتے؟ رزلٹ بتا! کیا بنا؟"

"دیکھا نہیں ابھی... سو کر اٹھا ہوں ابھی۔"

"واہ! لیجنڈ بندے ہو جناب تُسی تے! چل جلدی دیکھ اور بتا، تب تک میں گھر کا ایک آدھ کام نمٹا لوں۔"

"تیرا کیا بنا؟"

"3.54"

"واہ! مبارکاں جناب۔"

"خیر مبارک... چل تو بتا، جلدی چیک کر کے۔"

"ٹھیک ہے۔"

امجد کال کاٹ دیتا ہے، موبائل کی اسکرین پر آنے والی تمام نوٹیفکیشنز کلئیر کرتا ہے اور اپنی ای-پورٹل پروفائل پر جا کر رزلٹ چیک کرتا ہے۔ اس کا چہرہ فوراً لٹک جاتا ہے۔ وہ فوری طور پر واٹس ایپ کھولتا ہے، جہاں کلاس گروپ میں سی آر نے ٹینٹیٹو رزلٹ کی ایک پی ڈی ایف شیئر کی ہوتی ہے۔ وہ جلدی سے پی ڈی ایف کھول کر اپنے تمام ساتھیوں کے نتائج دیکھتا ہے۔ ان کے نتائج دیکھ کر اس کی پریشانی میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔

امجد فوراً موبائل بند کرتا ہے اور بستر پر لیٹ جاتا ہے۔ مایوسی اس کے چہرے سے صاف جھلک رہی ہوتی ہے۔ اس کے دماغ میں طرح طرح کے خیالات ہلچل مچا رہے ہوتے ہیں۔ وہ ان خیالات سے نجات حاصل کرنے کے لیے چھت پر گھومتے پنکھے کے چکر گننا شروع کر دیتا ہے، لیکن وہاں بھی اسے ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

آخر کار وہ اُٹھ کھڑا ہوتا ہے، پانی پیتا ہے لیکن سکون نہیں ملتا۔ اسے اپنے کمرے میں سانس لینا بھی دشوار لگنے لگتا ہے۔ وہ موبائل جیب میں ڈالتا ہے، کمرہ لاک کرتا ہے اور ہاسٹل سے باہر نکل جاتا ہے۔

کھلی فضا میں چلتے چلتے وہ مین روڈ پر پہنچ جاتا ہے۔ مین روڈ پر بھاگتی گاڑیوں کے ہارن، لوگوں کی گالیاں، ریڑھی والوں کی آوازیں اور فقیروں کی صدائیں شور کا طوفان برپا کر رہی تھیں، لیکن امجد اس طوفان سے بے خبر اپنے دماغ میں اٹھنے والے سوالات سے لڑتا قدم بہ قدم آگے بڑھتا جا رہا تھا۔

"کالج میں ذہین ترین طالب علم ہونے کے باوجود... یونیورسٹی کے پہلے سیمسٹر میں یہ کیا کیا میں نے؟-------------- اتنی بری کارکردگی؟------- مطلب میں؟-------- میں کلاس کا سب سے نالائق طالب علم ہوں؟ ___________ میں؟"

چلتے چلتے امجد کے پاؤں کا درد اس کے دماغ میں اٹھتے سوالات پر بازی لے جاتا ہے۔ اب وہ مزید چلنے کے قابل نہیں رہتا۔ وہ وہیں رک کر ادھر اُدھر نظر دوڑاتا ہے اور دیکھتا ہے کہ وہ ون یونٹ چوک پر پہنچ چکا ہے۔ سڑک کے کنارے موجود ایک گھاس کے میدان میں جا کر وہ اپنے گھٹنوں میں سر دے کر اپنا چہرہ چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ زندگی میں پہلی بار ناکامی کے طمانچے کا نشان چھپانا چاہتا تھا، لیکن جلد ہی اسے احساس ہو جاتا ہے کہ چاہنے کے باوجود وہ اس نشان کو چھپا نہیں سکتا، مٹا نہیں سکتا۔

وہ بے ساختہ گھاس پر سیدھا لیٹ جاتا ہے۔ آسمان پر چمکتے چاند اور ستاروں میں اپنے رب کو تلاش کرنے لگتا ہے۔ بے بسی کے عالم میں وہ رب سے سوالات پر سوالات کرتا جارہا تھا۔ سوالات کہاں، شکواؤں کی بمار تھی۔

"آخر کیوں؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اتنی ذلت۔۔۔۔۔ میرے ہی نصیب میں کیوں؟۔۔۔۔۔۔۔۔ فیلوز مذاق اڑائیں گے میرا۔__________ لڑکیاں!۔۔۔۔۔۔ لڑکیاں ہنسیں گیں مجھ پر____________ میں ان کا سامنا کیسے کروں گا؟۔۔۔۔۔۔۔ وہ کیا سوچیں گی؟۔۔۔۔۔۔ کتنا نالائق!________ کیا وہ واقعی سوچیں گیں؟_______ لوزر کے بارے کون سوچتا ہے بھلا؟"

وہ مایوسی میں خدا سے شکوے کر رہا تھا کہ اچانک اس کے کانوں میں فون کی گھنٹی گونجتی ہے۔ وہ موبائل دیکھتا ہے تو اسکرین پر سعید کا نام ظاہر ہوتا ہے۔ وہ کال کو نظرانداز کر دیتا ہے۔ یہ سعید کی شاید چوتھی کال ہوتی ہے جس کا اسے علم پڑتا ہے۔

اسی لمحے اسے یہ بھی احساس ہوتا ہے کہ وہ اس گھاس کے میدان میں اکیلا نہیں ہے۔ وہاں اور بھی کئی لوگ موجود تھے جو حیرت سے اس کی طرف متوجہ ہو چکے تھے، جن کی موجودگی سے وہ بالکل بے خبر تھا۔ اس کی مایوسی اب شرمندگی میں بدل جاتی ہے۔ وہ فوراً وہاں سے اٹھتا ہے اور اپنے ہاسٹل کی طرف چلنے لگتا ہے۔

لیکن راستے میں، وہ ہوٹل کے پاس ایک خالی میز دیکھ کر وہاں بیٹھ جاتا ہے۔

"گھر کیا بتاؤں؟.......بتاؤں یا نہ بتاؤں؟.........اگر بتاؤں تو کیا؟........ جھوٹ بول دوں؟"

اسی کشمکش میں اس کے کانوں میں ایک آواز آتی ہے

"کھانے میں کیا کیا ہے؟"

"ویٹر جواب دیتا ہے:"ڈال ماش، آلو مٹر، چٹنی اور قیمہ۔

قہقہہ لگاتے ہوئے کوئی کہتا ہے:"قیمہ کس کا ہے؟"

"ٹتے تا"

"حیرانی سے:"ہیں! کیا؟

تیسرا شخص تمسخرانہ لہجے میں بلند آواز سے بولتا ہے:"کوئی اور ویٹر ہے؟ یہ تو ہمیں ٹٹے کا قیمہ کھلا رہا ہے"

"ہاہاہا"

امجد، جو پہلے ہی ناکامی کے طمانچے کو برداشت نہیں کر پا رہا تھا، یہ سب سن کر غصے سے بھر جاتا ہے۔ وہ کسی بھی طرح اس طمانچے کا بدلہ لینا چاہتا تھا۔ وہ اپنی کرسی سے اٹھتا ہے، ان لڑکوں میں سے ایک کا گریبان پکڑتا ہے اور زور سے دھکا دیتا ہے۔

"اپنی بکواس بند کرو!__________ کیوں اس بیچارے کا مذاق اڑا رہے ہو؟_____ تم اس کا مذاق نہیں اڑا رہے، تم خدا کی تخلیق کا مذاق اڑا رہے ہو____ شرم سے ڈوب مرو!"

وہ تینوں لڑکے غصے میں آجاتے ہیں، اور بات جھگڑے تک پہنچ جاتی ہے۔ فوراً ہوٹل کا عملہ بیچ بچاؤ کرنے آتا ہے اور صورتحال کو قابو میں کرتے ہوئے ان کے درمیان جھگڑا ختم کراتا ہے۔

جب ماحول دوبارہ پرسکون ہو جاتا ہے، تو امجد اس توتلے ویٹر کو پاس بلاتا ہے۔

"آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔"

ویٹر مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتا ہے: "جی، پوچھو۔"

"وہ گھٹیا لوگ سب کے سامنے آپ کا مذاق اُڑا رہے تھے، لیکن آپ۔۔۔ آپ مسکراتے جا رہے تھے، کیوں؟"

ویٹر امجد کی بات سن کر چند لمحے چپ رہتا ہے، پھر دھیرے سے کہتا ہے۔

"آپ برا نہ مانیں تو ایت بات پوچھوں؟"

"جی، جی پوچھو۔"

"آپ ٹھیت تو ہیں نا؟ مطلب، توئی پریشانی ہے تیا؟"

"جی جی، میں ٹھیک ہوں۔"

"لگ تو نہیں رہا۔"

"کیوں؟ کیا ہوا؟"

ویٹر ہلکا سا مسکرا کر کہتا ہے: "آپ دو تین مہینوں سے جہیں سے ھتا نا ھتا رہے ہیں، ہنا؟"

"جی۔"

"جب سب جو آج آپ نے سنا۔۔۔ جب تو تافی عرصے سے چل رہا ہے۔ سب چھوڑیں، تل رات تی ہی بات لے لیں۔ آپ اپنے دوست تے ساتھ جہاں ھتانے پر بیٹھے تھے، اور آپ بھی تو مجھ پر ہنس رہے تھے۔"

امجد شرمندگی سے نظریں جھکا لیتا ہے۔ "مگر آج۔۔۔ آج ایسی تیا گزری آپ پر، تہ آج آپ تو تسی اجنبی تے ڈر ڈ تا احساس ہو رہا ہے؟"

"میں شرمندہ ہوں، سچ میں۔ پلیز مجھے معاف کر دو۔"

"ویٹر حیرت سے پوچھتا ہے: "میں معاف تروں؟

"پلیز۔"

ویٹر مسکراتے ہوئے کہتا ہے: "جی، ٹھیت ہے۔ معاف تیا۔"

"شکریہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ایک بات بتاؤ گے سچ سچ؟"

"جی؟"

"جیسا تم ہو، اس پر کبھی شکایت پیدا نہیں ہوئی دل میں؟"

ویٹر ہلکا سا ہنس کر کہتا ہے۔

"بھائی، سچ تھوں؟ جب لوگ جا میرے اپنے ڈوست۔۔۔"ویٹر مسکرا دیتا ہے۔

امجد ویٹر کی مسکراہٹ دیکھ کر حیرت سے کہتا ہے:"آپ پھر ویسے ہی مسکرا رہے ہو۔ اور پھر بتاتے بھی نہیں کہ ایسے کیوں مسکراتے ہو؟

ویٹر گہری سانس لیتا ہے اور کہتا ہے:"آپ خود بتائیں، جب انسان ہی انسان تا مذات اُڑائیں تو انسان ایسی انسانیت پر ہنسنے تے علاوہ اور تیا ترستتا ہے؟"

امجد لاجواب ہو کر اسے دیکھتا رہتا ہے۔ ویٹر بات جاری رکھتا ہے

"خیر، بات یوں ہے تہ جب جے لوگ، جے دنیا، اور میرے اپنے ڈوست میرا مذات اُڑاتے تھے۔۔۔ بھائی، سچ تھوں تو میرا دل پھٹ جاتا تھا۔ راتوں تو روتا تھا، تڑپتا تھا۔ وتت گزرتا گیا، میں بدلتا گیا___ آپ تو پتہ ہے، وتت تی جے خوبی ہے تہ یہ گزر جاتا ہے، اور انسان تی خوبی جے ہے تہ وہ بدلتا رہتا ہے۔"

ویٹر کی باتیں سن کر امجد غور سے اسے دیکھتا رہتا ہے۔ ویٹر مزید کہتا ہے

"اس گزرتے وقت تے ساتھ، جب میں تندھوں پر اپنے گناہوں تا بوجھ اٹھاتے اٹھاتے تھت گیا۔۔۔جب میرے تندھے شتواؤں تے بوجھ سے جھت گئے۔تب میں نے جہنم تو اپنے سامنے پایا۔ میرا ڈل گھبرا گیا، سانس گھٹنے لگی____ مگر ایت ڈن معمول تے مطابت میں آرڈر لینے آیا تو وہاں ایت بھائی آپ تی طرح اداس اور پریشان بیٹھے تھے۔ لتکن میری بات سن تر وہ مجھ پر ہنس ڈیے۔__ وہ پہلے انسان تھے جن تا مجھ پر ہنسنا مجھے برا نہیں لگا۔ پتہ ہے تیوں؟"

"کیوں؟"

اس ڈن مجھے بہانہ مل گیا۔۔۔یعنی اس ڈن مجھے جہنم سے نجات تا راستہ مل گیا۔ سامنے تھڑی جہنم تو لات ماری اور خدا سے تہا، میں لاتھ گناہگار سہی، مگر میں نے تیرے اداس، پریشان اور مایوس بنڈوں تو ہنسایا ہے۔ میں تیری تخلیت تے لیے تفریح تا سامان تھا، اور تو اس بات تا گواہ ہے۔ انہوں نے پورا پورا لطف اٹھایا ہے۔ لیتن اب میرے ہاتھ تھڑے ہیں، اب میں تیری اس تخلیت، اس جہنم تے لیے تفریح کا سامان نہیں بننا چاہتا۔ مجھ پر رحم فرما، مجھے معاف تر۔"

امجد ایک لمحے کے لیے اسے رشک بھری نظروں سے دیکھتا ہے، پھر حیرت سے پوچھتا ہے۔

"مطلب یہ ہوا کہ اب آپ کو دکھ نہیں ہوتا جب لوگ آپ کا مذاق اُڑاتے ہیں؟"

ویٹر دھیرے سے مسکرا کر کہتا ہے

"جے تب تہاتے مجھے دتھ نہیں ہوتا؟ بائیس سال گزر گئے جے سب برداشت ترتے ترتے، مگر آج بھی میرا دل پھٹ جاتا ہے، میں تڑپ اٹھتا ہوں۔"

پھر مسکرا کر کہتا ہے۔

"لیتن اسی ڈرڈ، تتلیف اور دتھ تی وجہ سے ہی تو خدا نے مجھے جہنم تولات مارنے دی ہے۔"

امجد مزید پوچھتا ہے: "یعنی آپ ساری زندگی یہ درد، یہ تکلیف برداشت کرتے رہو گے؟"

ویٹر دھیمے لہجے میں کہتا ہے:

"شاید۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔پتہ نہیں، انسان ڈرڈ اور تتلیف سے نجات تیوں چاہتا ہے؟ ڈرڈ واحد ایسی ڈوا ہے جو سیدھا دل پر اثر ترتی ہے۔ پتھر سے پتھر دل تو بھی موم تر دیتی ہے۔"

اسی دوران ہوٹل میں کسٹمرز کا رش بڑھ جاتا ہے، اور ہوٹل کا مالک اسے آواز دیتا ہے۔ وہ اٹھتا ہے اور چل دیتا ہے۔

امجد نم آنکھوں سے اسے جاتا ہوا دیکھتا رہتا ہے۔

امجد کے کانوں میں ایک تیز ہارن کی آواز پڑتی ہے تو وہ چونک کر مڑتا ہے اور بے ساختہ پکار اٹھتا ہے:

"ابے سالے!"

قریب سعید اپنی بائیک پر ہوتا ہے۔ امجد اپنی نم آنکھیں ہاتھ سے صاف کرتا ہے۔

"ہاہاہا... ایک ہارن سے ڈر گیا! ہاہاہا"

"کب؟ کون؟"

"بس، بس... کھانا کھالیا؟"

امجد بائیک پر بیٹھتے ہوئے جواب دیتا ہے۔

"دل نہیں کر رہا...... چل، ہاسٹل چلتے ہیں۔"

دونوں بائیک پر سوار ہو کر ہاسٹل کی طرف بڑھتے ہیں، مگر راستے میں سعید ایک کریانہ اسٹور پر بائیک روک لیتا ہے اور ڈیڑھ لیٹر کی کوک، لیز، اور کیک خرید تا ہے۔ پھر دوبارہ بائیک پر سوار ہو کر دونوں ہاسٹل پہنچتے ہیں۔ کمرے میں بیٹھ کر دونوں گپ شپ کرنے لگتے ہیں۔

"تجھے کیسے پتا چلا کہ میں ہوٹل پر بیٹھا ہوں؟"

سعید جواب دیتا ہے۔

"کالز اٹھائیں نہیں تُو نے تو ہاسٹل آیا تھا، تیرا کمرہ لاک تھا، تو سوچا شاید کھانا کھانے گیا ہو گا۔"

"ہممم...... ہاں، سچ، مبارک ہو یار"

"خیر مبارک!۔۔۔۔تجھے بھی مبارک ہو سالے"

"طنز کر رہا ہے؟"

"طنز کیوں کروں گا؟"

"ہاہاہا۔"

"ہنس کیوں رہا ہے؟"

"ویسے ہی"

سعید حوصلہ بڑھاتے ہوئے کہتا ہے۔

"یار، ابھی تو فرسٹ سمیسٹر ہے۔ ابھی تو شروعات ہے، سات سمیسٹر باقی ہیں۔
ان شاء اللہ نیکسٹ سمیسٹر میں آگ لگا دیں گے"

امجد بھی مسکراتا ہے اور کہتا ہے۔

"ان شاء اللہ"

سعید گلاس میں کوک انڈیل کر امجد کو پیش کرتا ہے اور اسے اداس پا کر پوچھتا ہے۔

"ابھی بھی اسی ایک رزلٹ کے لیے پریشان ہو؟"

امجد دھیرے سے جواب دیتا ہے۔

"کون کم بخت اس دنیاوی ناکامی پر اتنا پریشان ہوگا جب اسے معلوم پڑ جائے کہ اس کا فائنل امتحان، اس کی آخرت برباد ہوتی جا رہی ہے۔"

"میں... میں کچھ سمجھا نہیں۔"

امجد کوک کے گھونٹ بھرتا ہے اور ہوٹل پر پیش آیا سارا قصہ سعید کو سناتا ہے۔ سعید کے دل کو بات لگتی ہے، بات سنتے ہی سنجیدہ ہو جاتا ہے۔ امجد ایک اور گھونٹ بھر کر کہتا ہے۔

"یار، یہ دکھ، درد، غم بھی بارش کی طرح ہوتے ہیں۔ جب تک غم کی ایک بوند خود پر نہیں گرتی، تب تک کسی پر نازل طوفان بھی انسان کو محسوس نہیں ہوتا۔"

سعید سنجیدگی سے بولتا ہے۔

ہمم............ لیکن میں اب بھی یہ نہیں سمجھا کہ تمہاری آخرت" کیسے برباد ہو رہی ہے؟

امجد گہری سانس لیتے ہوئے۔

"یار۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میٹرک میں میرا ایک ساتھی تھا، جو ٹرانس جینڈر تھا۔ اسکول کے باقی طلبہ کو چھوڑ، ہم اس کے فیلوز اس کا مذاق اڑاتے تھے۔ بدلے میں وہ صرف مسکرا دیتا تھا۔"

رک کر کہتا ہے۔

"تمہیں تو معلوم ہے میں کتنا شرارتی ہوں۔ شاید اسی لیے مر کر پاس ہوا ہوں۔"

سعید ہنستے ہوئے کہتا ہے۔

"یہ تو ہے! میں نے تمہیں کتنی بار روکا، کتنا کہا کہ پڑھ لو۔"

امجد اس کی بات ان سنی کرتے ہوئے کہتا ہے۔

"انہی دنوں ہمیں ایک معذور استاد پڑھایا کرتے تھے۔ لنگڑا کر چلتے تھے، بیچارے۔ مگر بہت سخت مزاج کے مالک تھے۔ پھر ہم دوست ان کی نقل اتار کر ان کی سختی کا بدلہ لے لیتے تھے۔"

رک کر افسردہ لہجے میں بولتا ہے۔

"یوں ہی ایک دن میں ان کی نقل اتار رہا تھا۔ لنگڑا لنگڑا کر چل رہا تھا۔ وہیں موجود دوست اور طلبہ خوب لطف اندوز ہو رہے تھے۔ اتنے میں میری نظر سامنے کھڑے انہی استاد پر پڑی تو میں شرمندہ ہو گیا۔ میں سہم گیا مگر.................. مگر وہ بھی مسکرا کر چل دیے۔"

سعید تجسس سے پوچھتا ہے۔

"کیا؟"

"کیا پھر، کچھ نہیں یار۔۔۔۔۔۔ دوست ڈراتے رہے کہ اب سیدھا فیل کریں گے۔ میں بھی سارا سال ڈرتا رہا۔ مگر ایسا کچھ نہیں ہوا۔"

امجد قدرے نم آنکھوں کے ساتھ کہتا ہے۔

"اب پھر ڈر لگ رہا ہے یار۔ اور یہ ڈر اللہ سے لگ رہا ہے۔ میں اللہ کی تخلیق کا مذاق اڑاتا رہا ہوں۔"

سعید دلاسہ دیتے ہوئے کہتا ہے۔

"یار، اللہ ہے وہ، غفور و رحیم ہے وہ۔ توبہ کر، سجدے میں سر رکھ___ بارش میں اتنی بوندیں نہیں برستیں جتنی سجدے میں سر رکھنے سے رحمتیں برستی ہیں۔"

امجد آہ بھر کر کہتا ہے۔

"بے شک......................... لیکن یار، اگر حقوق اللہ میں کوتاہی کی ہوتی تو میرا اللہ میرے پچھتاوے پر ہی معاف کر دیتا۔ مگر.................. یہ حقوق العباد ہیں یار!۔ اور تُو جانتا ہے جب تک انسان معاف نہ کرے، اللہ بھی معاف نہیں کرتا۔"

سعید گہری سانس لے کر سر ہلاتا ہے۔

"بالکل۔"

امجد مزید کہتا ہے۔

"یار، ہم انجام بھول کر نہ جانے کتنے دل توڑ جاتے ہیں۔۔۔۔۔۔نہ جانے کتنے انسانوں کو تکلیف پہنچاتے ہیں۔۔۔۔صرف اپنی خوشی کے لیے، اپنے لطف کے لیے۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

رک کر بوجھل آواز میں بولتا ہے۔

"جب انسان کو احساس ہوتا ہے، تب وہ کس کس سے معافی مانگے گا؟۔۔۔۔۔۔کہاں کہاں انہیں ڈھونڈے گا؟۔۔۔۔۔۔کیا وہ دوبارہ ملیں گے بھی؟۔۔۔۔۔۔۔اور اگر مل گئے ________ تو کیا وہ معاف کریں گے؟"

سعید لاجواب خاموش رہتا ہے۔ کمرے میں چند لمحوں کے لیے گہری خاموشی چھا جاتی ہے۔

سعید کو فون پر میسج موصول ہوتا ہے، وہ زیرلب مسکراتا ہے اور جواب کا میسج بھیجتا ہے۔ پھر امجد کو یوں اداس دیکھ کر اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

"اگر تمہیں یونہی اداس بیٹھنا ہے تو میں چلتا ہوں پھر۔"

سعید اُٹھ کر جانے لگتا ہے، تو امجد جلدی سے کہتا ہے۔

"اچھا سوری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ٹھیک ہے، بیٹھ جا!"

سعید بیٹھتے ہوئے کہتا ہے۔

"ٹاپک چینج کر، فضول میں نیگیٹو سوچ سوچ کر ایک ہی بات کو دل پر لگائے بیٹھا ہے۔"

"نیگیٹو تھنکنگ؟"

"ہاں نہ، پازیٹو پہلو بھی دیکھ۔"

" پازیٹو پہلو؟__________ کونسا پازیٹو پہلو؟"

"تمہیں!___ خوش ہونا چاہیے، تمہارے جیسے لوگوں کی وجہ سے نہ جانے کتنے گناہگار بخشے جائیں گے۔"

امجد ایک لمحہ کے لیے سوچتا ہے، پھر آہستہ سے دہراتا ہے۔

"ہنہ...... مجھے!___ خوش ہونا چاہیے۔"

سعید کیک کا پیکٹ کھولتا ہے، آدھا سعید کو دیتا ہے اور آدھا خود کھاتا ہے۔ اس دوران سعید کو مزید ایک میسج موصول ہوتا ہے، جواب دینے کے بعد وہ امجد سے مخاطب ہوتا ہے۔

"یار، تُو ٹریٹ نہیں مانگے گا؟"

"ہے بہنچود! یہ دماغ سے کیسے نکل گیا؟"

"ہاہاہا"

"چل آ، ابھی چلتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے لیکن سوچ لے، آج یا پرسوں؟"

"پرسوں کیا ہے؟"

"تیری بھابھی ٹریٹ دے رہی ہیں۔"

"ان کے میسجز آرہے ہیں؟"

"ییییس!"

امجد اس کا موبائل چھینتا ہے اور چیٹ پڑھنا شروع کر دیتا ہے۔ دونوں کے چہروں پر مسکراہٹ نمودار ہوتی ہے۔

عمر چودہری